جناب جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف

اوبامہ کی نئی افغان حکمت عملی اوراس کے تزویراتی اثرات

صدر اوبامہ نے نئی افغان حکمت عملی کا اعلان کر دیا ہے۔اس مقام تک پہنچنے سے پہلے انہوں نے طویل مشاورت کی تا کہ کوئی ایسی حکمت عملی مرتب کی جاسکے جس کے تحت وہ افغانستان میں اپنے اہداف جلد از جلد حاصل کر کے اس کام کو مکمل کر سکیں۔انہوں نے تیس ہزار مزید فوجی افغانستان بھیجنے کا حکم جاری کیا ہے جس سے افغانستان میں امریکی فوجیوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جائے گی جبکہ نیٹو کے پینتالیس ہزار فوجی اس کے علاوہ ہیں۔صدر اوبامہ پر امید ہیں کہ امریکہ تین سال کے عرصے میں ساری کاروائی مکمل کر کے افغانستان سے نکل جائے گا۔

طالبان نے چونکہ یہ جنگ جیت لی ہے لہذا وہ ''شکست خوردہ امریکیوں اور اس کے اتحادیوں سے اس وقت تک مذاکرات کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں جب تک غیر ملکی قابضین افغانستان سے نکل جانے کا اعلان نہیں کرتے۔''بہتر یہی ہے کہ امریکہ مزید بدنامی سے بچنے کیلئے افغانستان سے اپنی فوجیں نکالنے کا نظام الاوقات جاری کرے۔فوجیوں کی تعداد میں اضافے کے پس پردہ یہی حکمت عملی کارفرما نظر آتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حاصل کیا جائے اور آبادی اور رابطے کے مراکز پر کنٹرول حاصل کرتے ہوئے فضائی طاقت سے طالبان کو نشانہ بناسکیں۔اس حکمت عملی سے بھارت کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوگا کیونکہ اس نے افغانستان میں بھاری سرمایہ کاری کر رکھی ہے اور دوسری طرف وہاں جاسوسی کے مراکز قائم کر رکھے ہیں جہاں سے پاکستان اور دیگر ہمسایہ ممالک کے خلاف تخریبی کاروائیاں کی جاتی ہیں۔

بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ کے حالیہ دورہ امریکہ کے بعد انہوں نے چین اور امریکہ کے روابط پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور امریکہ کی جانب سے پاکستان کو دی جانے والی غیر معمولی اہمیت کو امریکہ کی جانب سے بھارت کے ساتھ کئے جانے والے معاہدوں سے انحراف قرار دیتے ہوئے اپنے عالمی مفادات کیلئے خطرہ قرار دیا۔انڈین ایکسپریس کے بقول' بھارت کی دانست میں امریکہ پاکستان کو جنوبی ایشاء کے اہم مرکز کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے جبکہ بھارت کو افغانستان کے پیچیدہ معاملے میں الجھائے رکھنا چاہتا ہے حالانکہ امریکہ اور بھارت کے تعلقات کی بڑی اہمیت ہے۔انہوں نے سٹریٹیجک پارٹنر شپ کے معاہدے پر دستخط کئے جس کا واضح ہدف ''چین کی ابھرتی ہوئی عسکری

اور اقتصادی طاقت کو روکنا اور اسلامی انتہا پسندی‘‘ کو ختم کرنا تھا لیکن افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ہی شکست نہیں ہوئی بلکہ ان کی شکست کا مطلب بھارت کے جنوبی ایشیاء میں توسیع پسندانہ عزائم کی شکست ہے۔ ہم اس شکست کو ’’شکست عظیم‘‘ اور طالبان کی فتح کو ’’فتح مبین‘‘ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ایک یادگار لمحہ ہے جس نے تاریخ کا رخ موڑنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بے شمار مواقع عطا کئے ہیں کہ وہ جنوبی ایشیاء کے ابھرتے ہوئے طاقت کے مراکز‘ کابل اور بیجنگ‘ کے درمیان کلیدی کردار ادا کر سکے۔

دنیا کی اکلوتی سپر پاور کیلئے یہ بات ہضم کرنا انتہائی مشکل ہے کہ انہیں بے سروساماں افغانی طالبان نے شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ لہذا اوبامہ نے بیڈن (Biden) کے پیش کردہ منصوبے پر عمل پیرا ہونے کی منظوری دے دی اور اسلحہ ساز اداروں کے مطالبات تسلیم کر لئے ہیں جس سے دفاعی بجٹ میں سے انہیں سات سو بلین ڈالر کے فنڈ ملتے رہیں گے جبکہ ان کے فیلڈ کمانڈروں کی رائے ہے کہ: ’’جنگ کو نیا رخ دے کر فتح حاصل کرنا لازمی ہے کیونکہ شکست سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی دنیا بھر میں رسوائی ہوگی اور طالبان کی فتح سے افغانستان میں بنیاد پرستوں کی حکومت قائم ہو جائے گی جس کے نتیجے میں پاکستان‘ خلیج کے علاقے اور وسطی ایشیائی ممالک عدم استحکام کا شکار ہو جائیں گے۔‘‘ یہی وہ غلط سوچ ہے کہ جس کے سبب امریکہ آج ناکامیوں سے دوچار ہے۔

امریکہ کی یہ پالیسی درحقیقت افغانستان سے انخلاء کی پالیسی ہے۔ افغانستان سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے نکل جانے سے پورے علاقے میں امن کی فضا قائم ہو جائے گی۔ بھارتی اور یہودی لابی کی خواہش ہے کہ قابض افواج کے تعاون سے وہ خطے میں جاسوسی اور سازشوں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ صدر اوبامہ اسی سوچ کے دباؤ میں طالبان اور القاعدہ کی کمر توڑنا چاہتے ہیں جس کا بنیادی مقصد بااثر لابیوں کے مفادات کا تحفظ ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں پاکستان پر دباؤ بڑھے گا اور پورا خطہ عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا۔ لہذا بہترین راستہ یہی ہے کہ غیر ملکی قابضین افغانستان سے فوری طور پر نکل جائیں کیونکہ یہ غیر ملکی قبضہ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جب تک اسے ختم نہیں کیا جاتا خطے میں قیام امن کا خواب کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکے گا۔

پاکستان کی سیاسی فضا بڑی حد تک پریشان کن ہے لیکن یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ قومی سلامتی کے ضامن اداروں نے اپنی اہمیت تسلیم کرا لی ہے اور وہ ہمارے دشمنوں کی سازشوں کا توڑ کرنے کی مکمل طاقت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اندرونی طور پر سلامتی اور معاشرتی امن کو تباہ کرنے کیلئے سی آئی اے‘ را‘ موساد اور راما (CIA, RAW, Mossad and RAMA) کی مشترکہ کارروائیوں نے نہایت گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ دن بدن بگڑتی ہوئی صورت حال سے عوام میں جو بددلی پھیل رہی ہے اس پر قابو پانے میں سیاسی حکومت قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عوام کا اب جمہوریت سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے کیونکہ صدر زرداری پارلیمنٹ کو خودمختاری دینے کی بجائے سویلین

آمریت قائم رکھنے کے خواہاں ہیں۔عوام کی بے چینی جب بڑھتی ہے تو قومی سلامتی کے محافظ ادارے حرکت میں آجاتے ہیں۔عدلیہ نے وکلاء‘ ججوں‘ ذرائع ابلاغ اور سیاسی حزب اختلاف کی مدد سے اپنی آزادی اور خودمختار حیثیت قائم کرلی ہے اور جب سیاسی حکومت نے بیرونی دباؤ اور خطرات کے خلاف پیش رفت نہ کی تو پاکستان کی مسلح افواج نے آگے بڑھ کر حالات کو سنبھالا دیا۔یہ مسلح افواج ہی ہیں جنہوں نے کیری لوگر بل؛ جوہری پھیلاؤ؛ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے؛ سی آئی اے اور را کی پاکستانی معاملات میں مداخلت پر قومی امنگوں کی ترجمانی کی اور قوم کو یہ حوصلہ افزا پیغام دیا کہ ’’قومی سلامتی کو درپیش خطرات سے پاکستان کی مسلح افواج بخوبی آگاہ ہیں اور وہ ان خطرات سے نمٹنے اور انہیں شکست دینے کی پوری اہلیت اور صلاحیت رکھتی ہیں۔‘‘ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو کام ایک خودمختار پارلیمنٹ کو کرنا چاہیئے تھا وہ ہماری مسلح افواج نے اپنے سر لے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ’’طاقت کا مرکز اسلام آباد سے جی ایچ کیو کی طرف جھک گیا ہے۔یہ ایسی صورت حال ہے جس نے صدر زرداری پر دباؤ بڑھا دیا ہے کہ وہ آئین کے آرٹیکل 58-2b میں کی گئی سترہویں ترمیم کے تحت اختیارات پارلیمنٹ کو واپس لوٹا دیں۔

پاکستانی فوج نے سوات‘ دیر‘ باجوڑ اور وزیرستان میں بھاری کامیابی حاصل کرلی ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے جو جنرل مشرف مختار کل ہونے کے باوجود حاصل نہ کرسکے۔یہ کامیابی پاکستانی عوام کے مسلح افواج پر اعتماد کا واضح ثبوت ہے۔یقیناً یہی عوامی طاقت پارلیمنٹ کو خودمختار اور با اختیار ادارہ بنانے کا موجب بنے گی اور پھر طاقت کا مرکز پارلیمنٹ کو منتقل ہو جائے گا۔اس طرح پارلیمنٹ کی طاقت سے لیس پاکستان اس قابل ہو سکے گا کہ وہ بیجنگ اور کابل کے درمیان مرکزی رابطہ کی حیثیت حاصل کرسکے گا اور بھارت کو افغانستان کے پیچیدہ راستوں میں بھٹکتا چھوڑ دے گا۔

امریکہ کی نئی افغان پالیسی کے سبب پاکستان اور چین کے تعلقات پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔چین اور پاکستان کے تعلقات میں گہرائی اور منطق ہے کیونکہ ان تعلقات کی بنیاد خطے کے سیاسی حقائق پر مبنی ہے۔چین نے اس منطق کو پروان چڑھانے میں دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی اپنی روایت کو قائم رکھتے ہوئے اعلی کردار ادا کیا ہے۔چین اور پاکستان کے تعلقات کا مرکز دونوں ممالک کے عوام کا ایک دوسرے پر اعتماد ہے۔چین کی پالیسی کا بنیادی نقطہ تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ امن‘ باہمی تعاون اور دوست اور دشمن کی تفریق کے بغیر سب کے ساتھ روابط کا قیام ہے۔اس پالیسی نے چین کی عظمت واضح ہوتی ہے۔چین اس وقت اقتصادی وعسکری میدان میں جادوئی انداز سے ابھر رہا ہے جو کہ امریکہ کے بعد دوسرا اہم ملک ہے۔اس طرح عالمی اقتصادی وعسکری طاقت کا مرکز یورو۔اٹلانٹک کے خطے سے مشرق کی جانب منتقل ہو رہا ہے۔

چینی اپنے آپ کو ایک مہذب قوم کہلوانا پسند کرتے ہیں اور یہی ان کی شناخت ہے۔چین جب اپنے تعاون پر مبنی ارادوں کا اظہار کرتا ہے اور عسکری چیلنج کو رد کرتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تذویراتی حقائق کو

ترجیح دیتا ہے۔ غیر توسیع پسندانہ اہداف کے حصول کیلئے بہترین حکمت عملی یہ ہے کہ ایشیاء کے تمام ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کئے جائیں۔ اس لحاظ سے ایشیاء کا ابھرنا امریکی مقابلے کی دوڑ میں ابھرتی ہوئی نئی دنیا خصوصاً ایشیائی ممالک کا کڑا امتحان ہوگا۔ بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے پاک چین تعلقات اس لحاظ سے مثالی نوعیت کے ہیں کہ دونوں ممالک مختلف نظریاتی اور معاشرتی اقدار کے حامل ہیں۔ اس کے باوجود دونوں ممالک کے تعلقات باہمی اعتماد' بھروسہ' ایک دوسرے کیلئے نیک خواہشات اور دوستی کی اعلیٰ مثال ہیں۔ اگر برادرانہ تعلقات کا یہ تاریخی بندھن قائم رہے تو ملکی' علاقائی اور عالمی حالات چاہے جتنی بھی شدت اختیار کر جائیں دونوں ممالک کی دوستی کے فروغ کو روکا نہیں جاسکتا۔

بھارت اس تذویراتی حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہا ہے اور امریکی استبداد کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے افغانستان اور جنوبی ایشاء کے خطے میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنا چاہتا ہے جو اس کے توسیع پسندانہ اور استعماری عزائم کی عکاسی کرتا ہے اور اس کے یہ عزائم افغانستان کے پہاڑوں اور چٹانوں میں دفن ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت ایک پسپا ہوتی ہوئی طاقت ہے جو امریکی اور نیٹو کے ساتھ ساتھ افغانستان میں ناکام ہو چکی ہے۔ اس کی عسکری صلاحیتیں بھی محدود ہو چکی ہیں کیونکہ وہ روس کے حربی نظام سے امریکی حربی نظام کی طرف ''تبدیلی کے خطرناک دور'' سے گزر رہی ہیں۔ آئندہ عشرے تک بھارت اسی طرح کمزور ہی رہے گا اس لئے وہ پاک چین تعلقات کیلئے کسی خطرے کا سبب ہرگز نہیں بن سکتا۔

قربانیوں' دکھوں اور غلطیوں کے باوجود قدرت نے پاکستانی قوم کو ایسے مواقع عطا کئے ہیں جو جارحانہ سفارتکاری اور بروقت سیاسی اقدامات کی مدد سے متحرک اور مربوط پالیسی اور بہترین منصوبہ بندی مرتب کرتے ہوئے قوم کو موجودہ خطرناک صورت حال سے نکال سکتے ہیں۔ قومی سلامتی و وقار کے ضامن اداروں مثلاً عدلیہ' مسلح افواج اور ذرائع ابلاغ (Media) نے بروقت اقدامات کرتے ہوئے اصلاح احوال میں جرائت مندانہ کردار ادا کیا ہے۔ اسی طرح ہماری خارجہ پالیسی ساز' جن کی حیثیت 'اولین دفاعی لائن' کی ہوتی ہے ایک مضبوط پالیسی مرتب کرنے کے ذمہ دار ہیں اور قدرت کے عطا کردہ مواقع سے بھرپور انداز میں فائدہ اٹھانے کیلئے غیر معمولی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

عالم اسلام کی بقاء کا واحد راستہ باہمی اتحاد میں مضمر ہے۔ اس سلسلے میں پہلے قدم کے طور پر پاکستان' ایران اور افغانستان کے مابین اتحاد' ''تذویراتی گہرائی'' (Strategic Depth) حاصل کرنا ضروری ہے جو نہ صرف بیرونی جارحیت کے خلاف موثر ڈھال کا کام دے گی اور خطے میں قیام امن کی نوید ثابت ہوگی بلکہ عالم اسلام' کے لئے یہ ''تذویراتی گہرائی'' تحفہ ایزدی ثابت ہوگی۔ اس حوالے سے یہ امر باعث حیرت ہے کہ فرید ذکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے رچرڈ ہالبروک نے اس تصور کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''پاکستان پہلے اپنے اندرونی (بقیہ صفحہ نمبر ۸ پر)